www.KitaboSunnat.com

PDF Split DEMO : Purchase from www.A-PDF.com to remove the waterm

یعنی جنت ہو گا۔ کافروں کے لیے اسی زمانہ کی طوالت اور خلود کے لیے قرآن نے بکثرت ابدا (مراد دوزخ) (۱۴/۲۹) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

۔ الیوم الآخر: یوم سے مراد اس دُنیا کا معروف دن نہیں جو ۲۴ گھنٹے کا ہوتا ہے یا جو رات کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے آخرت کی زندگی کا طویل دور مراد ہے۔ جیسے فرمایا:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (۷/۵۴) — بیشک تمہارا پروردگار وُہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔

اور یہ تو واضح ہے۔ زمین اور آسمانوں کی پیدائش سے پہلے موجودہ دن، جو سورج کے وجود سے پیدا ہوتا ہے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

۔ یوم البعث: بعث سے مراد قبروں سے زندہ ہو کر کسی خاص مقصد کے لیے اٹھ کھڑے ہونا ہے چونکہ آخرت کے اس طویل دَور کا آغاز اسی "بعث" سے ہو گا لہٰذا اسے یوم البعث بھی کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى یَوْمِ الْبَعْثِ (۳۰/۵۶) — بیشک تم اللہ کی کتاب کے مطابق یوم البعث تک قبروں میں ٹھہرے رہے۔

۴۔ آدمی (انسان)

کے لیے انس اور اس کے مشتقات مثلاً انسان، انسیًا۔ ناس، اناسی، وغیرہ کے علاوہ آدم اور بشر کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غریب القرآن میں اِنس کے بہت سے معنی درج ہیں۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ انسان کو انس اس لیے کہتے ہیں کہ وُہ ظاہر ہے اور آنکھوں سے اس کا ادراک کیا جا سکتا ہے اور دلیل قرآن کریم کی اس آیت سے لاتے ہیں:

اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا (۲۰/۱۰) — میں نے آگ دیکھی ہے۔

اور اس لحاظ سے انس کی ضد جن ہے۔ جس کے معنی استتار یا پوشیدگی کے ہیں اور آنکھ ان کا ادراک نہیں کر سکتی اور یہ اس لحاظ سے قرین قیاس بھی ہے کہ انہیں دو مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے ثقلان کہا ہے اور ایک دوسرے کے مقابل استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (۵۱/۵۶) — اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

۲۔ ابن عباسؓ سے یُوں روایت ہے کہ انسان کو انسان یا (انسیًا) اس لیے کہا گیا ہے کہ لِاَنَّہٗ عُھِدَ اِلَیْہِ فَنَسِیَ۔ یعنی اس سے ایک عہد کیا گیا تھا جسے وُہ بھول گیا۔ (غ ق) گویا اس لحاظ سے انسان یا اِنسیًا کا مادہ نسی ہوا۔

۳۔ امام راغبؒ اسے اُنس سے مشتق بیان کرتے ہیں۔ یعنی ایسی مخلوق جو آپس میں اُنس و موانست کے باہم معاشرتی زندگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث - نئی بات۔ ایسی بات جس سے عام لوگ ناآشنا ہوں۔
کلمۃ - صرف بامعنی بات۔ خدا کے احکام اور عجائباتِ قدرت وغیرہ۔

۴۔ بات کرنا

کے لیے کَلَّمَ اور حَاوَرَ (حور) اور خَاطَبَ کے الفاظ آتے ہیں

۱۔ کَلَّمَ بمعنی ہم کلام ہونا۔ بات چیت کرنا، گفتگو کرنا (منجد) یہ عموماً مختصر سی بات چیت کے لیے یا ایسی باتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کا جواب بات سن کر فوری طور پر دیا جا سکے۔ پھر کَلَّمَ میں یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ بات چیت دو طرفہ ہو۔ کبھی یہ یک طرفہ بھی ہو سکتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (۳/۷۷) — اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ تو اُن سے کلام کرے گا نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا۔

۲۔ حَاوَرَ: ابن فارس کہتے ہیں کہ حور میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) رجوع اور مراجعۃ الکلام اور (۲) ایک چیز ایک کی طرف اور پھر دوسرے کی طرف لوٹائی جاتے (م ل) اور صاحب منجد حَارَ کے معنی واپس ہونا نیز متحیر ہونا لکھتے ہیں۔ گویا حَاوَرَ سے مراد ایسی گفتگو ہے جو بطور سوال جواب ہو۔ اور کسی بات کا جواب سننے والے کو سوچ سمجھ کر دینا پڑے۔ ایسی گفتگو عموماً طویل ہوتی ہے۔ اسی سے لفظ محاورہ مشتق ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ وہ بات سوچ سمجھ کر کہی گئی ہو اور زبان زد بھی ہو۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا (۱۸/۳۷) — تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا، کہے گا کہ کیا تم اس (خدا) سے کفر کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے پھر تمہیں پورا مرد بنایا۔

۳۔ خَاطَبَ: بھی گفتگو کرنے کے معنوں میں آتا ہے (منجد) اور خطبہ وعظ و تقریر کو کہتے ہیں۔ جو عموماً یکطرفہ ہوتی ہے۔ خَطِیب بمعنی خطبہ دینے والا۔ وضاحت سے بات کہنے والا (م ق) اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سننے والا مختصر سا جواب دے کر خطاب کرنے والے کو چُپ کرا دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت نوحؑ سے فرماتے ہیں:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (۱۱/۳۷) — اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے روبرو بناؤ اور اور جو لوگ ظالم ہیں ان کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (۲۵/۶۳) — اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ، تو کہہ دیتے ہیں صاحب سلامت۔ (عثمانیؒ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ بَحر (ج: اَبْحُر) اہل لغت بَحر کا معنی بھی دریا یا سمندر لکھتے ہیں۔ لیکن آج کی زبان میں بحر پانی کا وُہ بہت بڑا ذخیرہ ہے جو نشیبی جگہ میں جمع ہو جائے اور ہر طرف سے پانی اس میں آکر شامل ہوتا رہے۔ نشیبی علاقہ میں جمع ہونے والا پانی اگر قلیل مقدار میں ہو تو اسے جوہڑ کہتے ہیں۔ اس سے زیادہ مقدار میں ہو تو اسے جھیل کہتے ہیں زیادہ مقدار میں ہو تو اسے بُحیرہ یعنی چھوٹا سمندر اور اس سے زیادہ مقدار میں ہو تو اسے بَحر کہتے ہیں۔ قرآن میں بحیرہ اور بحر کے لیے بحر ہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ (۲/۵۰)

اور (اے بنی اسرائیل وُہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لیے بحر کو پھاڑ دیا اور تم کو تو نجات دی اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا۔

اور تاریخی تحقیق یہ ہے کہ "یہ بحر" بحیرۂ قلزم تھا۔

سمندر میں جمع شدہ پانی کبھی کبھی ساکن ہوتا ہے۔ بسا اوقات ہوائیں اس میں تموج پیدا کرتی اور اسے متحرک رکھتی ہیں۔ گو یہ حرکت کسی نشیبی علاقہ کی طرف نہیں ہوتی۔ پھر سمندر کے جمع شدہ پانی کے اندر بھی پانی کے دریا نشیب کی طرف چلتے ہیں اور کبھی دو دریا بھی ساتھ ساتھ رواں ہوتے ہیں۔ جن میں ایک گرم پانی کا ہوتا ہے دُوسرا سرد پانی کا۔ یا ایک میٹھے پانی کا دُوسرا کڑوے پانی کا۔ اور یہ آپس میں ملتے نہیں۔ حالانکہ یہ بات بھی پانی کی خاصیت کے خلاف ہے۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے تحت ہوتا ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (۵۵/۱۹)

اسی نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے کہ تجاوز نہیں کر سکتے۔

اس آیت میں دریا کے لیے قرآن میں بحر کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ اس لیے کہ ایسے دریا سمندر میں ہی چلتے ہیں۔

ماحصل: (۱) اَوْدِیَة: بمعنی ندی نالے۔ (۴) سَرِی: چھوٹی سی نہر۔
(۲) عَیْن: چشمہ۔ جھیل۔ خلیج وغیرہ۔ (۵) یَمّ: پانی کا بڑا ذخیرہ جو نشیب کو بہتا ہو۔ دریا۔
(۳) نَمْس: معروف لفظ ہے۔ (۶) بَحْر: سمندر یا سمندر میں بہنے والے دریا کے لیے آتا ہے۔

۷۔ پانی مانگنا

کے لیے اِسْتَسْقٰی اور اِسْتِغَاث کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتَسْقٰی: سقٰی بمعنی کسی کو پانی پلانا اور اَسْقٰی بمعنی کسی دُوسرے کو پینے کے لیے پانی دینا۔ اور اِسْتَسْقٰی بمعنی پینے کے لیے پانی مانگنا ہے۔ قرآن میں ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ بَرَدَ: بمعنی ٹھنڈا ہونا۔ اور بَرْد۔ بُرُوْدَت بمعنی ٹھنڈک یا سردی۔ اور بَرَد بمعنی اولے۔ بُرُدَتِ الارض بمعنی زمین پر اولے برسے (منجد) اور بارد بمعنی کوئی بھی ٹھنڈی چیز۔ ارشادِ باری ہے:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ (۳۸/۴۲) (ہم نے ایوبؑ سے کہا کہ زمین پر) اپنی ایڑی مارو۔ (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو شیریں۔

۲۔ قَرَّ: قَرَّ الْيَوْمُ بمعنی دن کا ٹھنڈا ہونا۔ يَوْمٌ قَرٌّ بمعنی ٹھنڈا دن۔ لَيْلَةٌ قَرَّةٌ بمعنی ٹھنڈی رات۔ پھر یہ معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے قَرَّتْ (قُرَّةٌ وَقُرَّةٌ) عَيْنُهٗ بمعنی کسی کی آنکھ ٹھنڈی ہونا۔ دل کی خوشی اور مراد حاصل ہونا (مف۔ منجد) گویا ایسی ٹھنڈک جو خوشگوار بھی ہو اسکے لیے قَرَّ کا لفظ آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا (۱۹/۲۶) تو (اے مریم) کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

حاصل: برد ٹھنڈک کے لیے عام ہے۔ اور قَرّ ایسی ٹھنڈک کو کہتے ہیں جو خوشگوار اور باعثِ راحت و سکون ہو۔

۴۔ ٹھہرنا (بمعنی رُکنا)

کے لیے سَكَنَ، رَكَدَ، جَمَدَ، رَهْوًا، قَرَّ اور وَقَفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَكَنَ: حرکت کے بعد ٹھہراؤ کے لیے آتا ہے (مف)

۲۔ رکد: کسی چیز کی احتیاج کے بعد کسی چیز کا اپنے سہارے قائم و ثابت ہو جانا (م۔ ا) رکد المیزان بمعنی ترازو کا برابر ہو کر ٹھہر جانا۔ اور رَكَدَ الشَّمْسُ بمعنی سورج کا سر پر آ کر ٹھہرتا معلوم ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ (۴۲/۳۳) اگر خدا چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے اور جہاز اس کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔

۳۔ جَمَدَ: بے جان چیزوں کا بالکل بے حس و حرکت ہونا۔ جمد الماء بمعنی پانی کا جم جانا۔ اور جمد الدم بمعنی خون خشک ہونا۔ اور جَمْد جمے ہوئے پانی کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (۲۷/۸۸) اور تم پہاڑوں کو دیکھو کہ (اپنی جگہ پر) جمے کھڑے ہیں مگر وہ (اس روز) اس طرح اڑتے پھریں گے، جیسے بادل اڑتے پھرتے ہیں۔

۴۔ رَهْوًا: سمندر یا سطحِ آب پر لہروں اور موجوں یا تلاطم کا رُک جانا (منجد) دوسری لغت یہ ہے: دو بلندیوں کے درمیان کھلی جگہ یا راستہ (م۔ ا۔ مف)

قرآن کریم میں یہ لفظ ایک ہی بار استعمال ہوا ہے۔ اور دونوں معانی کا ساتھ دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا (۴۴/۲۴) اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ خوشے

کے لیے طَلْعٌ[1]، قُطُوْفٌ[2] اور قِنْوَانٌ[3] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طلع کے لغوی معنی نمودار ہونا۔ ظاہر ہونا اور سامنے آنا ہے (م-ل) ستاروں کے لیے طلوع وغروب مشہور الفاظ ہیں اور طلع اس نئے خوشے کو بھی کہتے ہیں جبکہ وہ اپنے شگوفہ یا کھجور کے گابھے سے نمودار ہونے لگتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ (۵۰/۱۰) — اور بلند کھجوریں جن پر گتھے ہوئے گابھے لگے ہیں۔

۲۔ قُطُوْفٌ: قِطْفٌ کی جمع ہے۔ اور قِطْفٌ ایسا پکا ہوا پھل ہے جو بالکل توڑنے کے قابل ہو۔ اور قرآن سے اسی معنیٰ کی تائید ہوتی ہے جبکہ صاحبِ منجد اس کے معنی "چنے ہوئے پھل۔ انگور کا گچھا جب وہ چنا جائے" بتلاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (۶۹/۲۱-۲۳) — وہ پسندیدہ گزران میں ہوگا، بلند باغوں میں جن کے خوشے جھک رہے ہوں گے۔

جس سے واضح ہے کہ درختوں کا پھل گو پک کر توڑنے کے قابل ہو چکا ہے تاہم ابھی درختوں پر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے قطوف کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

۳۔ قِنْوَان: قِنْوٌ کی جمع ہے اور یہ لفظ صرف کھجور اور انگور کے گچھے سے مختص ہے جو ابھی توڑنے کے قابل نہ ہوا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ (۶/۹۹) — اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے۔

ماحصل: پھل کے شگوفے سے خوشہ نمودار ہونے کو طلع پک کر چننے کے قابل بن جانے کی حالت کو قِطْف اور درمیانی حالت کو قنو کہتے ہیں۔ مگر قِنْو کا اطلاق صرف کھجور اور انگور کے خوشے پر ہوتا ہے۔

خون بہانا کے لیے دیکھیے "قتل کرنا"

۲۰۔ خیانت کرنا

کے لیے خَانَ[1] اور غَلَّ[2] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَانَ: بمعنی خیانت کرنا اور اس کی ضد امانت ہے۔ اور یہ خیانت عہد میں بھی ہوتی ہے۔ اور بطورِ امانت رکھے ہوئے مال میں بھی۔ جیسے سارا مال یا اس کا کچھ حصہ حیلے بہانے سے غبن اور غصب کر لیا جائے۔ اسی طرح عہد شکنی اور اس عہد کا پاس نہ کرنے پر بھی خیانت کا اطلاق ہوتا ہے۔ دغا کرنا معنا درج ذیل آیت سے یہ دونوں مفہوم واضح ہو جاتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ (۸/۲۷) — اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

نیز دیکھیے "دھوکا دینا"

۲۔ غَلَّ: بمعنی کوئی چیز چوری سے اپنے سامان میں رکھ لینا پھر اسے یوں بند کرنا کہ ظاہر نہ ہو سکے (منجد، م-ل)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْعَشِیْرُ (۲۲/۱۳) — ہم صحبت بھی برا۔

۳۔ قَرِیْن: بمعنی ہم عمر۔ اور ہر وہ شخص جو بہادری، قوت یا دوسری صفات میں ہم سر اور ہم پلہ ہو اور اس کا استعمال غیر جاندار میں بھی ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے "دوست"۔

۴۔ اَزْوَاج: زَوْج بمعنی جوڑا، خاوند۔ بیوی۔ دونوں ایک دوسرے کے بھی زَوْج ہیں اور مل کر بھی زَوْج ہی ہیں (ج ازواج) یہ لفظ قرآن میں ایک مقام پر قَرِیْن (ساتھی یا ہم جنس) کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ یعنی ایک دوسرے سے ملتے جلتے لوگ۔ تفصیل "مختلف" میں دیکھیے۔

ارشادِ باری ہے:

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ — جو لوگ ظلم کرتے تھے، ان کو اور ان کے ساتھیوں کو،

وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ (۳۷/۲۲) — اور جن کی وہ پوجا کرتے تھے (سب کو) جمع کرلو۔

ماحصل: (۱) صَاحِب: عرصہ دراز تک ساتھ رہنے والا۔

(۲) عَشِیْر: وہ شخص جو ایسے مل جل کر رہے جیسے ایک خاندان کے لوگ۔ اور

(۳) قَرِیْن: بمعنی ہم پلہ و ہمسر، ہم عمر

(۴) اَزْوَاج: بمعنی ہم جنس۔ عادات و اطوار میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے لوگ۔

ساکن ہونا کے لیے دیکھیے "ٹھہرنا"

۳ — سال

کے لیے عَام (عوم) سِنِیْن (سنو)، حَوْل اور حِجَج کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَام: (ج عوام) وہ سال جس میں وسعت اور فراوانی ہو (مف) خیر و عافیت کا سال۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ (۱۲/۴۹) — پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں خوب بارش ہوگی اور (پھلوں کی کثرت کی وجہ سے) لوگ رس نچوڑیں گے۔

اور اسی لحاظ سے عَام کا لفظ بطور دعا بھی استعمال ہوتا ہے۔ عید کے موقعہ پر اہل عرب ایکدوسرے کو عید مبارک کی بجائے اَنْتُمْ وَكُلُّ عَامٍ بِخَیْرٍ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کرے تمہارا یہ سال خیر و عافیت سے گزرے۔

۲۔ سَنَۃ (جمع سِنِیْن) سختی کا سال۔ تکلیف، خشک سالی اور قحط سالی کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ (۷/۱۳۰) — اور ہم نے فرعون والوں کو کئی سال تک قحط میں مبتلا رکھا۔

اور آیت:

فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ — اور حضرت نوحؑ ان میں پچاس برس کم ہزار سال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ق

۱ــــــ قابو پانا

کے لیے قَدَرَ (علی)، اَقْرَنَ، اِسْتَحْوَذَ (حوذ) اور اِحْتَنَكَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قَدَرَ: قَدَرَ، قَدِرَ (قدرًا، قُدْرَةً) قدر بمعنی کسی معاملہ کی تدبیر کرنا۔ قَدَرَ الرِّزْقَ بمعنی رزق کی تقسیم کرنا۔ رزق میں تنگی کرنا۔ اور قَدَرَ عَلَی الشَّیْءِ بمعنی کسی چیز پر قدرت رکھنا قابو پانا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (۲۱/۸۷)	اور مچھلی والے (یونسؑ) جب (اپنی قوم سے) ناراض ہو کر غصہ کی حالت میں چل دیے اور خیال کیا کہ ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے۔

۲۔ اَقْرَنَ: قَرَنَ بمعنی ایک چیز کو دوسری کے ساتھ ملانا۔ باندھنا۔ اور قَرَنٌ اس رسی کو کہتے ہیں جس سے دو اونٹوں کو باندھا جائے (مف) اور اَقْرَنَ بمعنی دو چیزوں کو ایک چیز سے جمع کرنا اور اَقْرَنَ لِلْاَمْرِ بمعنی کسی چیز کی طاقت رکھنا اور اس پر قادر ہونا۔ جبکہ اَقْرَنَ عَلَيْهِ کے معنی کسی چیز سے عاجز آنا ہوتا ہے (منجد) گویا اَقْرَنَ میں ساتھ والی چیز پر قابو پانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ (۴۳/۱۳)	وہی ذات ہے جس نے اس (سواری) کو ہمارے زیرِ فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے۔

۳۔ اِسْتَحْوَذَ: حَاذَ الدَّابَّةَ بمعنی جانور کو تیز ہانکنا (منجد) اور حوذ بمعنی کسی کام میں سُرعت، پھرتی اور سبک رفتاری (م ل) اور حاذ بمعنی سختی کے ساتھ ہانکنا۔ اور استحوذ کے معنی کسی پر مسلط ہو کر اسے سختی سے ہانکنا ہے کہتے ہیں اِسْتَحْوَذَ الْعِيْرُ عَلَی الْاَتَانِ یعنی گدھے کا گدھی کی پشت پر چڑھ کر اسے دونوں جانب سے دبا لینا (مف) ارشادِ باری ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ (۵۸/۱۹)	ان پر شیطان نے قابو پا لیا اور انھیں خدا کی یاد بھلا دی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷) صَدَرَ: گھاٹ یا کنویں سے سیر ہو کر لوٹنا۔

(۸) صَارَ: آخری بازگشت۔

(۹) رَدَّ: ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے لوٹانا۔ قبول نہ کرنا۔

اِرْتَدَّ: کسی چیز کے ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے خود اس سے لوٹ جانا۔

(۱۰) انقلب: رخ یا حالت کا اس طرح پلٹنا کہ وُہ پہلی کے بالکل برعکس ہو۔

(۱۱) اَفَاضَ: ریلے کے ساتھ لوٹنا۔ بہتے چلے آنا۔

(۱۲) هَادَ: آہستہ آہستہ اور نرمی سے رجوع کرنا۔

۱۴ لوح محفوظ اور اس کے مختلف نام

کے لیے لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ، کِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ، اُمُّ الْكِتَابِ اور اِمَامٍ مُّبِيْنٍ کے نام قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ: کا لغوی معنی صرف "محفوظ تختی" ہے۔ اس کا مکمل ادراک تو انسان کے احاطہ سے باہر ہے البتہ روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک تختی یا کتاب ہے جس میں کائنات کی تقدیر کے متعلق تمام امور پہلے سے لکھ دیے گئے ہیں اور ان میں رد و بدل نہیں ہوتا۔ قرآنی آیات میں اس کے مختلف ناموں سے جو روشنی پڑتی ہے وُہ درج ذیل ہے:

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۸۵﴾ بلکہ یہ عظیم الشان قرآن ہے۔ لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم لوح محفوظ ہی سے ماخوذ ہے۔

۲۔ اُمُّ الْكِتَابِ: ارشادِ باری ہے:

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ وَاِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ (۴۳/۳-۴) ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم لوگ اسے سمجھ سکو۔ اور درحقیقت یہ امّ الکتاب میں ثبت ہے جو ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز کتاب ہے۔

قرآن کریم کے متعلق یہ فرما کر کہ یہ ام الکتاب میں ہے۔ ایک اہم حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف زمانوں میں مختلف ملکوں اور قوموں کی ہدایت کے لیے مختلف انبیاء پر جو کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں۔ ان سب میں ایک ہی عقیدہ کی دعوت دی گئی ہے۔ خیر و شر کا ایک ہی معیار اور اخلاق و تہذیب کے اصول یکساں ہیں۔ یعنی دین ایک ہی رہا ہے۔ رہی شریعت یا احوال و ظروف کے مطابق شرعی احکامات میں تغیر و تبدل تو اس کے متعلق فرمایا:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ (۱۳/۳۹) اللہ جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔ اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں شرعی احکامات میں تغیر و تبدل کا ریکارڈ بھی اس کتاب میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و

واضح کرنا اور واضح ہونا کے لیے دیکھیے "بیان کرنا" کے تحت بَیَّنَ اور تَبَیَّنَ

۱۔ وافر۔ زیادہ۔ بہت

کے لیے کَثِیْر اور کَوْثَر، جَمّ، مَرْکُوْم، لُبَدٌ، رَغَدٌ، غَدَقٌ، ثَجَّاج اور مَوْفُوْر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَثِیْر (ضد قَلِیل) بمعنی زیادہ مقدار اور تعداد دونوں صورتوں میں آتا ہے۔ اور مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (۲/۲۶۹) — اور جسے حکمت عطا کی گئی۔ اسے گویا بہت بھلائی دے دی گئی۔

مذکورہ آیت میں کَثِیْر کا استعمال مقدار کے لیے معنوی طور پر ہوا ہے اور درج ذیل آیت کے ٹکڑا میں اس کا استعمال حسّی طور پر ہے اور تعداد کے لیے ہے۔

فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْھُمْ اَجْرَھُمْ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ (۵۷/۲۷) — تو جو لوگ ان میں سے ایمان لائے انھیں ہم نے ان کا بدلہ دیا۔ اور زیادہ تو ان میں سے نافرمان ہی تھے۔

اور کَوْثَر میں بہت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور تَکَاثُرُ الشَّیْءِ بمعنی کسی چیز کا بہت زیادہ ہونا۔ اور رَجُلٌ کَاثِرٌ بمعنی مالدار آدمی اور کَوْثَر بمعنی سخی آدمی بھی اور "خیر کثیر" بھی۔ نیز کَوْثَر جنّت کی ایک نہر کا نام بھی ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (۱۰۸/۱) — (اے محمدؐ!) بیشک ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے۔

۲۔ جَمّ: کسی بھی چیز کی کثیر مقدار کا ایک جگہ جمع ہونا (م۔ل) جَمَّ الْبِئْرُ بمعنی کنویں کا زیادہ پانی والا ہونا۔ اور جَمَّ الْمِکْیَال بمعنی پیمانہ کو چوٹی تک بھرنا (منجد) اس کا استعمال بھی مادی و معنوی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (۸۹/۲۰) — اور تم مال سے جی بھر کر محبت کرتے ہو۔

۳۔ مَرْکُوْم: رَکَمَ بمعنی ایک چیز کے اوپر اُسی چیز کی تہہ لگانا۔ پھر اس کے اوپر تیسری تہہ علیٰ ہٰذا القیاس۔ اور اس طرح جو چیز بہت سی مقدار میں جمع ہو جائے یا ڈھیر لگ جائے تو وُہ رُکام اور مَرْکُوْم ہے۔ اور رَکَمَ السَّحَاب بمعنی بادل گاڑھا ہو گیا (م۔ق) اور سحابٌ مرکوم بمعنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ فوز: فَازَ بمعنی رہائی پانا۔ خلاصی پانا۔ نجات پانا۔ کامیاب ہونا۔ مراد کو پہنچنا تو معروف ہے اور اس کا دوسرا معنی مرنا اور ہلاک ہونا ہے۔ اور فَوَّزَ کا باب اس معنی کے لیے مخصوص ہے۔ فَوَّزَ الرَّجُل بمعنی آدمی مرگیا۔ اور مفازۃ بمعنی نجات کی جگہ یا نجات کا سبب۔ کامیابی کی جگہ یا اس کا سبب نیز ہلاکت کی جگہ یا اس کا سبب (م۔م۔منجد) ارشاد باری ہے:

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ — اور جو پرہیزگار ہیں ان کی کامیابی کے سبب اللہ ان کو نجات دے گا۔ (۳۹/۶۱)

اس آیت میں مَفَازَۃ کامیابی کے معنوں میں آیا ہے۔ اور درج ذیل آیت میں یہی لفظ نجات کے معنوں میں استعمال ہوا ہے (ہلاکت کے معنوں میں اس کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے)

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا — جو لوگ اپنے (ناپسند) کاموں سے خوش ہوتے ہیں
وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا — اور (پسندیدہ کام) جو کرتے نہیں ان کے لیے چاہتے ہیں
فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ — کہ اُن کی تعریف کی جائے ان کی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔ (۳/۱۸۸)

۱۶۔ قسط: کے معنی کسی کو اس کا حق پورا پورا ادا کر دینا خواہ یہ حق یکمشت ادا کر دیا جائے یا کئی حصوں میں بانٹ کر۔ اس صورت میں ہر حصہ کو بھی قِسط (ج اَقْسَاط) کہتے ہیں۔ اور اس کے معنی انصاف کرنا بھی ہے اور ظلم کرنا بھی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے "انصاف کرنا")

۱۷۔ قَعَدَ: کے معنی بیٹھنا بھی اور کھڑا ہونا بھی۔ (تفصیل "بیٹھنا" میں دیکھیے)

۱۸۔ قوی: قَوِیَ بمعنی طاقتور ہونا بھی اور سخت بھوکا ہونا بھی۔ اور اقوی بمعنی محتاج ہونا بھی اور مالدار ہونا بھی۔ اور اَقْوَی الْقَوْم بمعنی قوم کا زادِ راہ ختم ہونا (منجد) اور قُوَّۃ بمعنی زور۔ طاقت اور قُوْت بمعنی خوراک کی اتنی کم مقدار جس سے انسان زندہ رہ سکے۔ اور قَوِیٌّ بمعنی طاقت ور۔ غالب۔ اور مُقْوِی بمعنی خوراک کی تلاش میں مارا مارا پھرنے والا۔ مسافر۔ محتاج۔ ارشاد باری ہے:

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ — ہم نے اس درخت کو تمہارے لیے یاد دہانی کا ذریعہ اور مسافروں کے برتنے کا سامان بنایا ہے۔ (۵۶/۷۳)

۱۹۔ نَصَبَ: (يَنْصِبُ) بمعنی کسی چیز کو سیدھے رُخ زمین میں کھڑا کر دینا۔ گاڑ دینا۔ اور نصیب بمعنی راستے میں نشان کے طور پر گاڑے ہوئے پتھر بھی۔ اور مجسمے اور بُت بھی جو بغرض عبادت کسی جگہ گاڑ دیے جائیں (ج نُصُب اور انصاب) اور ان معنوں میں یہ لفظ قرآن میں بکثرت آیا ہے۔ لیکن جب یہ باب عَلِمَ يَعْلَمُ سے آئے تو الٹ معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ یعنی انسان کا سخت محنت اور تھکاوٹ کی وجہ سے جسم کو مستوی نہ رکھ سکنا (م۔ل) نیز دیکھیے ضمیمہ (۲/۸۹) قرآن میں ہے:

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا — اس سفر سے ہمیں بہت تھکان ہو گئی ہے۔ (۱۸/۶۲)

۲۰۔ نفق: نفق ہر ایسے زمین دوز راستے کو کہتے ہیں جس کے دونوں منہ کھلے ہوں جیسے چوہے یا سانپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ